زندگانی پیغمبر اسلام:

معاہدۂ صلح حدیبیہ کا متن

آیت اللہ جعفر سبحانی

عصر حاضر میں عالمی سامراجی طاقتیں اور ان کی رضا و خوشنودی میں ہمہ تن سرگرم وسائل ابلاغ عامہ کی حتی الامکان کوشش یہ ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کو دہشت گردی اور قتل و غارتگری سے ہمیشہ کے لئے وابستہ کردیں لیکن ان اسلام دشمن الزامات کو ثابت کرنے کے لئے ان لوگوں کے پاس نہ ماضی میں کوئی دلیل تھی اور نہ موجودہ زمانہ میں رونما ہونے والے حوادث میں مسلمانوں کے ملوث ہونے کا کوئی ثبوت موجود ہے البتہ بیشمار تاریخی شواہد اور ناقابل تردید اسناد و مدارک کی روشنی میں یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اسلام خداوند عالم کا وہ پسندیدہ دین ہے جس نے انسانی دنیا کو صلح و سلامتی اور انسان دوستی کا پیغام دیا ہے اور جس کا مخاطب فقط مسلمان و صاحب ایمان ہی نہیں بلکہ بنی نوع انسان ہے اور جس نے ایک مرد بیگناہ کے قاتل کو انسانی دنیا کا قاتل قرار دیا ہے اور جس کی صلح پسندی کا یہ عالم ہے کہ جنگ و نبرد آزمائی کے مقابلے میں صلح کو ترجیح دیتا ہے چاہے بعض مخلصین کو اس صلح سے بظاہر شکست کا احساس کیوں نہ ہو رہا ہو۔ واضح رہے کہ بعض اصحاب و مخلصین کی ناراضگی کے باوجود جنگ و خونریزی اور تباہی و بربادی سے بچنے کے لئے پیغمبر اکرمؐ متن معاہدۂ صلح حدیبیہ پر دستخط کردیتے ہیں جو حاضر خدمت ہے۔

ادارہ

آخرکار معاہدہ کے عناوین اور موضوعات کے سلسلے میں موافقت کے بعد پیغمبر اکرمؐ اور قریش کے درمیان ایک قرارداد کی تدوین عمل میں آئی جس میں درج ذیل موضوعات شامل ہیں۔

۱- قریش اور مسلمان دونوں یہ عہد کرتے ہیں کہ آئندہ دس سال تک ایک دوسرے کے خلاف جنگ اور تجاوز نہ کریں گے تاکہ عربستان کے ہر علاقے میں مجموعی امن و سلامتی اور صلح عمومی قائم ہو جائے۔

۲- اگر قریش کا کوئی فرد اپنے خانوادہ کے بزرگ کی اجازت کے بغیر سرزمین مکہ سے فرار اختیار

کرتے ہوئے اسلام قبول کرلے اور مسلمانوں میں شامل ہوجائے تو محمد اس شخص کو قریش کے حوالے کردیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان قریش کی طرف چلا جاتا ہے تو یہ بات لازمی نہ ہوگی کہ قریش اس شخص کو مسلمانوں کے حوالے کریں۔

۳۔ مسلمان اور قریش جس قبیلے کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہیں کرسکتے ہیں۔

۴۔ محمد اور ان کے ساتھی اس سال اسی جگہ سے مدینہ واپس چلے جائیں لیکن آئندہ سالوں میں وہ لوگ پوری آزادی کے ساتھ مکہ جاکر خانۂ خدا کی زیارت کرسکتے ہیں لیکن شرط یہ ہوگی کہ وہ لوگ تین روز سے زیادہ سرزمین مکہ میں توقف نہ کریں گے اور اسلحۂ سفر یعنی ایک تلوار کے علاوہ یہ لوگ کوئی دوسرا اسلحہ اپنے ساتھ مکہ نہ لے جائیں گے۔[۱]

۵۔ اس معاہدہ کے بموجب مکہ میں مقیم مسلمانوں کو اپنے مذہبی شعائر کو انجام دینے کی مکمل آزادی حاصل ہوگی اور قریش کو انہیں کسی طرح کی معمولی سی اذیت پہنچانے کا حق حاصل نہ ہوگا یا ان لوگوں کو اس بات کے لئے مجبور نہ کیا جائے گا کہ وہ اپنے مذہب سے روگردانی اختیار کریں یا اس کا مذاق اڑائیں۔[۲]

۶۔ معاہدہ پر دستخط کرنے والے اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کی اموال و املاک کا احترام کریں گے مکر و فریب اور حیلہ و خدعہ سے دوری و علیحدگی اختیار کرتے ہوئے ایک دوسرے کے لئے ان کے قلوب ہر طرح کے کینہ سے خالی رہیں گے یعنی فریقین ایک دوسرے کے ساتھ مکر و فریب اور کینہ پروری سے کام نہ لیں گے۔

۷۔ جو مسلمان مدینہ سے مکہ وارد ہونگے ان کی زندگی اور ان کے مال کو احترام کی نظر سے دیکھا جائے گا۔[۳]

یہ معاہدہ صلح حدیبیہ کا متن ہے جن کو مختلف اسناد و مدارک کی مدد سے جمع کیا گیا ہے اور ان میں سے بعض کی نشاندہی بھی حاشیہ میں کردی گئی ہے۔ مذکورہ دفعات و عنوانات پر مشتمل اس معاہدہ کے دو نسخے تیار کیے گئے۔ اس کے بعد قریش اور اسلام کی نامور شخصیتوں نے اس معاہدہ کی گواہی دی اور اس کے بعد صلح نامہ کا ایک نسخہ ''سہیل'' اور دوسرا پیغمبر کی خدمت میں پیش کردیا گیا۔[۴]

۱۔ سیرۃ حلبی، ج ۳، ص ۲۴ ۲۔ بحار، ج ۲۰، ص ۳۵۳ ۳۔ مجمع البیان، ج ۹، ص ۱۱۷

۴۔ سیرۃ حلبی، ج ۳، ص ۲۵، ۲۶

قاصد آزاد

اس معاہدہ کے مطالعے سے ہر بے غرض اور مخلص دانشمند کو یہ سمجھنے میں تاخیر نہیں ہوتی کہ یہ معاہدہ آزادی کا پیغام لے کر آیا ہے۔ اس معاہدہ کی ہر دفعہ غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے لیکن اس کی دوسری دفعہ نہایت حساس اور توجہ طلب ہے جس کی وجہ سے کچھ لوگ بھڑک گئے تھے اور اصحاب پیغمبر اس امتیازی برتاؤ کی وجہ سے غیر معمولی طور پر ناراض ہوگئے تھے اور پیغمبر اسلام جیسے قائد کی قیادت و رہبری کے سلسلے میں ایسی باتیں کہنے لگے جو ان لوگوں کو نہ کہنا چاہیے۔ صلح نامہ کی یہ دفعہ آج بھی ایک مشعل کی طرح روشن و تابناک ہے۔ اس دفعہ کے ذریعہ پیغمبر اسلام نے اپنے دین کی تبلیغ و اشاعت کے لئے جو راہ و روش اختیار کی تھی اس کی عملی وضاحت ہوجاتی ہے۔ صرف اتنا ہی نہیں بلکہ معاہدہ کی اس دفعہ سے یہ بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ آنحضرت اصول آزادی کو غیر معمول طور پر عزیز و محترم خیال کرتے تھے۔

بعض اصحاب نے اعتراض آمیز لہجے میں پیغمبر سے سوال کیا کہ ہم لوگ قریش کے پناہ گزینوں کو ان کے حوالے کیوں کریں جب وہ لوگ ہمارے فراری گروہ کو ہماری تحویل میں دینے کے لئے آمادہ نہیں ہیں؟ پیغمبر نے جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ ''جو مسلمان پرچم اسلام کے سایہ سے نکل کر شرک کی طرف فرار اختیار کرے اور بت پرستی و انسان دشمن آئین کو اسلامی ماحول اور آئین خداپرستی پر ترجیح دے اس کے بارے میں یہ حقیقت بخوبی واضح ہے کہ اس نے خلوص نیت اور دل کی گہرائی سے اسلام قبول نہیں کیا ہے اور اس کا ایمان صحیح بنیادوں پر مستحکم نہیں رہا ہے اور ایسا مسلمان ہمارے کام کا ہرگز نہیں ہے۔ دوسری طرف ہم لوگ قریش کے پناہ گزیں افراد کو اس لئے ان کی تحویل میں دے دیں گے کہ ہمیں مکمل اطمینان ہے کہ خداوند عالم ان لوگوں کی ہدایت و نجات کا وسیلہ یقیناً فراہم کردے گا۔[۱]

پیغمبر کا یہ نظریہ عقل و منطق کے اصولوں کے مطابق تھا اور یہ بات وقت کی رفتار کے ساتھ بخوبی واضح بھی ہوگئی چنانچہ تھوڑی مدت گزرنے کے بعد اس دفعہ کی وجہ سے قریش کے درمیان رونما ہونے والے بعض ناگوار حوادث کی وجہ سے ان لوگوں نے اس کی منسوخی کا مطالبہ شروع کردیا جس کی تفصیلی وضاحت آئندہ صفحات میں پیش کی جائے گی۔

۱۔ سیرۃ حلبی، ج ۳، ص ۱۱۲؛ بحار، ج ۲۰، ص ۳۱۳

صلح نامہ کی یہ دفعہ ان مستشرقین کی مغرضانہ تبلیغات کا دندان شکن جواب ہے جو اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ اسلام کی حیرت انگیز کامیابی و عالمگیر مقبولیت کا راز تلوار کی طاقت میں مضمر ہے یہ لوگ اس ترقی کو اسلام کی عظمت وفضیلت تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں جس نے مختصر سی مدت میں دنیا کے اکثر علاقوں میں اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ اس حقیقت سے انحراف اختیار کرتے ہوئے ان لوگوں نے عوام الناس کے درمیان بدگمانی پھیلانے کے لئے یہ کہنا شروع کردیا کہ اسلام کی حیرت انگیز ترقی و غیر معمولی مقبولیت کی بنیادی وجہ مسلمانوں کے تلوار کی طاقت میں پوشیدہ ہے جب کہ یہ تاریخی معاہدہ ہزاروں افراد کی نگاہوں کے سامنے دونوں جماعت کے رہنماؤں کی موجودگی میں انجام پایا اور جو اسلامی روح اور تعلیمات کی مکمل عکاسی بھی کرتا ہے۔ ان تمام باتوں کے باوجود یہ کہنا حقیقت سے کوسوں دور کی بات ہوگی کہ اسلام اور مسلمانوں نے تلوار کی طاقت سے یہ کامیابی وترقی حاصل کی ہے۔

قبیلۂ ''خزاعہ'' کے لوگ بھی اس معاہدہ کی دفعہ ۳ کے سایہ میں مسلمانوں کے ساتھ ہم معاہدہ ہوگئے اور قبیلۂ ''بنی کنانہ'' والوں نے جو قبیلۂ ''خزاعہ'' کے جانی دشمن تھے، قریش کے ساتھ اپنی وابستگی کا اعلان کردیا۔

صلح کی حفاظت کی آخری کوشش

معاہدہ کے ابتدائی مراحل اور متن کا مکمل تجزیہ کرنے کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ معاہدہ کا بیشتر حصہ تحمیلی اور تسلط آمیز پہلوؤں کا حامل ہے۔ اس معاہدہ کے لئے پیغمبر کا آمادہ ہونا، لقب ''رسول اللہ'' کا معاہدہ کے متن سے حذف کیا جانا اور دور جاہلیت کی طرح "بسمک اللھم" سے معاہدہ کی شروعات کو تسلیم کرلینا اس بات کی دلیل ہے کہ پیغمبر اکرمؐ ہر قیمت پر عربستان میں صلح و سلامتی کا ماحول قائم کرنا چاہتے تھے۔ اگر وہ قریش کے مسلمان پناہ گزینوں کو بت پرست حکومت کے افسروں کی تحویل میں دینے کے لئے راضی ہوگئے تو اس کی وجہ در اصل ''سہیل'' کی لجاجت اور ہٹ دھرمی تھی۔ لوگ پناہ گزینوں کے سلسلے میں اپنائے گئے امتیازی سلوک کی وجہ سے ناراض تھے لیکن اگر پیغمبر نے سہیل کی بات نہ مانی ہوتی تو گفتگو کا سلسلہ ختم ہوجاتا اور صلح کا قیام ناممکن ہوجاتا اور آنے والے وقت میں حیرت انگیز نتائج کی حامل یہ عظیم نعمت ہاتھ سے نکل جاتی۔ یہی وجہ تھی کہ پیغمبر اکرمؐ نے مذکورہ بالا مقصد کی حفاظت کی خاطر ہرطرح کے دباؤ کا بوجھ قبول کرلیا تاکہ اس مقصد عظیم کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے جس کے لئے اس قسم کے مسائل و مصائب کی کوئی اہمیت نہیں رہ

جاتی۔ پیغمبر اکرم افکار عمومی اوراس جماعت کے حقوق کا لحاظ رکھتے تھے اور ''سہیل'' اپنی مخصوص لجاجت و ہٹ دھرمی کی وجہ سے جنگ کی آگ بھڑکادیا کرتا تھا۔ درج ذیل واقعہ سے اس قول کی تصدیق ہوجاتی ہے۔

معاہدہ کی دفعات کے سلسلے میں ہونے والی گفتگوختم ہوگئی تھی اور حضرت علی علیہ السلام صلح نامہ لکھنے میں مشغول تھے کہ اچانک ''سہیل'' کا بیٹا ''ابوجندل'' جو صلح نامہ کی تحریر میں قریش کا نمائندہ تھا اور جس کے پیروں میں زنجیر پڑی ہوئی تھی، اس جلسہ میں داخل ہوا۔ سبھی لوگ اس کی آمد سے تیران ہوگئے کیونکہ بہت دنوں سے وہ باپ کے قیدخانہ میں زندگی بسر کررہا تھا اور اس کے پیروں میں بیڑیاں پڑی ہوئی تھیں۔ وہ ایک بے گناہ قیدی تھا اور اس کا گناہ یہ تھا کہ اس نے مذہب توحید پرستی قبول کرلیا تھا اور اس کا شمار پیغمبر کے چاہنے والوں میں ہونے لگا تھا۔ قیدخانہ کے اردگرد ہونے والی گفتگو سے ''ابوجندل'' کو یہ معلوم ہوگیا تھا کہ مسلمان ''حدیبیہ'' تک آچکے ہیں۔[۱] لہٰذا اس نے قیدخانہ سے فرار اختیا کیا اور عام راستہ سے نہیں بلکہ پہاڑوں کو پارکرتے ہوئے خودکومسلمانوں تک پہونچانے میں کامیابی حاصل کرلی۔ جیسے ہی سہیل نے اپنے بیٹے کو دیکھا اس کے غصہ میں کئی گنا اضافہ ہوگیا۔ انتہائی غیظ وغضب کے عالم میں اس نے اپنے بیٹے کے چہرہ پر بھرپور طمانچہ رسید کردیا۔ اس کے بعد اس نے پیغمبر کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ'' یہ پہلا آدمی ہے جس کو اس معاہدہ کی دفعہ دوم کے مطابق مکہ واپس کردینا چاہیے یعنی ہماری طرف سے فرار کرنے والے کو ہمارے حوالے کردیجئے۔ اس سلسلے میں ذرہ برابر گفتگو کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ ''سہیل'' کا مطالبہ بالکل غلط اور بے بنیاد تھا کیونکہ ابھی معاہدہ کتبی صورت میں تیار بھی نہیں ہوا تھا اور طرفین نے اس پر دستخط بھی نہیں کئے تھے۔جس معاہدہ نے ابھی آخری مراحل بھی طے نہیں کئے اس کو یک طرفہ سند کے طور پر کیسے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس حقیقت کو نگاہ میں رکھتے ہوئے پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا:

''ابھی تو معاہدہ پر دستخط بھی نہیں ہوئے''۔ سہیل نے کہا کہ اگر ایسا ہے تو میں تمام باتوں کو نظرانداز کرتے ہوئے اس کو بنیادی طور پر ختم کردوں گا۔ اس نے اپنی بات پر اصرار کیا کہ قریش کی دو بڑی شخصیتوں کو، جن کا نام ''مکرز'' اور ''حویطب'' تھا سہیل کی شدت پسندی پر غصہ آگیا۔ ان لوگوں نے ''ابوجندل'' کا ہاتھ پکڑا اور اسے ایک خیمہ میں داخل کردیا اور پیغمبر سے فرمایا ''کوئی بات

۱- حدیبیہ درحقیقت حدبا کی تصغیر اور شہر مکہ سے نومیل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس علاقے کی زیادہ تر زمین حرم کا حصہ ہے

نہیں ابوجندل آپ کی پناہ میں رہے''۔

وہ لوگ اس بات کو اسی جگہ پر ختم کردینا چاہتے تھے لیکن ''سہیل'' کا اصرار بڑھتا گیا اور ان لوگوں کی تدبیر ناکام ہوگئی۔ اس نے اپنی بات پر اٹل رہتے ہوئے کہا۔ ''جہاں تک مذاکرہ و گفتگو کا سوال ہے معاہدہ مکمل ہوچکا تھا۔ آخر کار پیغمبر مجبور ہوگئے۔ ان کی نظر میں صلح کی بڑی اہمیت تھی۔ اسلام کی تبلیغ و اشاعت کے لئے بھی پرامن ماحول ضروری تھا لہذا صلح و سلامتی کی راہ میں آخری کوشش کے طور پر وہ راضی ہوگئے کہ ابوجندل اپنے باپ کے ہمراہ مکہ واپس چلے جائیں پس اس مسلمان قیدی کی دلجوئی کرتے ہوئے پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا:

''ابوجندل! تم صبر و تحمل سے کام لو۔ ہم لوگوں نے تمہارے والد سے یہ مطالبہ کیا تھا کہ وہ لطف و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے تمہیں ہمارے حوالے کردیں لیکن انہوں نے ہماری بات نہیں مانی۔ تم صبر و تحمل سے کام لو اور اچھی طرح سمجھ لو کہ خداوند عالم تمہاری اور تم جیسے دیگر افراد کی نجات کی راہ ہموار کردے گا''۔

گفتگو ختم ہوگئی اور صلح نامہ کے دونوں نسخوں پر دستخط بھی ہوگئے۔ سہیل اور اس کے احباب مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ ابوجندل بھی ''مکرز اور حویطب'' کی حمایت میں مکہ واپس چلے گئے اور پیغمبر اکرمؐ نے احرام سے خارج ہونے کے لئے اپنے اونٹ کو اسی مقام پر نحر کردیا اور اپنے سر کے بال بھی اترواد یئے اور جماعت میں موجود دیگر افراد نے بھی پیغمبر کی سیرت کی پیروی کی۔[1]

معاہدہ حدیبیہ کا تجزیہ

پیغمبر اکرمؐ اور سرداران شرک کے درمیان صلح کا معاہدہ ہوگیا اور سرزمین ''حدیبیہ'' میں ۱۹ روز کے توقف کے بعد مسلمان مدینہ کی طرف اور بت پرست مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔

معاہدہ کی کتابت کے دوران اور اس کے بعد بھی پیغمبرؐ کے اصحاب کے درمیان اختلافات اور بحث و مباحثہ کا سلسلہ شروع ہوگیا تھا۔ ان لوگوں کی ایک جماعت اس معاہدہ کو اسلام کے لئے مفید و سودمند قرار دیتی تھی لیکن معدودے چند ایسے لوگ بھی تھے جو اس معاہدہ کو اسلامی مفاد و مصالح کے خلاف سمجھتے تھے۔ سردست اس معاہدہ کے بعد چودہ صدیاں گزرچکی ہیں لیکن ہر طرح کے تعصب سے دور حقیقتوں کو نگاہ میں رکھتے ہوئے ذیل میں اس کا اجمالی تجزیہ پیش کیا جارہا ہے تاکہ قارئین کرام کو

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۱۲۸۱؛ بحار، ج ۲۰، ص ۳۵۳؛ سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ۳۱۸

اصحاب کے درمیان ہونے والے مباحثات کا اندازہ ہوسکے اور معاہدہ کے تمام پہلوؤں کی بھرپور وضاحت بھی ہوسکے۔

ہم یہ تصور کرتے ہیں کہ یہ صلح سو فیصدی اسلام کے حق میں مفید تھی اور اس کی وجہ سے اسلام کی کامیابی یقینی ہوگئی۔ ذیل میں اس کی دلیلیں پیش کی جارہی ہیں۔

ا- معاہدہ سے قبل لگاتار حملات اور ان کی داخلی و خارجی سرگرمیوں کا مختصر خاکہ جنگ اُحد اور جنگ احزاب کی شکل میں پیش کیا جاچکا ہے۔ ان لوگوں کی ان معاندانہ حرکتوں کی وجہ سے پیغمبر اکرمؐ کو موقع ہی نہیں ملتا تھا کہ وہ دیگر قبائل اور عربستان کے باہر زندگی بسر کرنے والوں کے درمیان دین اسلام کی تبلیغ و اشاعت کا کام انجام دیں بلکہ ان کا زیادہ تر وقت دشمنوں سے دفاع اور ان کے منصوبوں کو ناکام بنانے میں گزر جایا کرتا تھا لیکن اس معاہدہ کے بعد پیغمبر اکرمؐ اور مسلمانوں کو جنوبی علاقے سے اطمینان ہوگیا اور اس کے ساتھ دیگر علاقوں میں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی زمین ہموار ہوگئی۔ دو سال گزرنے کے بعد اس امن و سلامتی کا نتیجہ ظاہر ہوگیا کیونکہ صلح حدیبیہ کے موقع پر پیغمبر اکرمؐ کے ساتھیوں کی تعداد ۱۴۰۰ افراد پر مشتمل تھی لیکن دو سال بعد جب پیغمبر فتح مکہ کے لئے روانہ ہوئے تو دس ہزار لوگ پرچم اسلام کے سایہ میں مکہ کی طرف گامزن تھے اور یہ نمایاں فرق درحقیقت ''صلح حدیبیہ'' کا براہ راست نتیجہ تھا۔

قریش کے ڈر کی وجہ سے لوگ اسلام اور مسلمانوں سے نہیں ملا کرتے تھے لیکن صلح حدیبیہ کے بعد جب قریش نے اسلام کے وجود کو باقاعدہ تسلیم کرلیا تھا اور قبائل کو اسلام کی طرف راغب ہونے کی آزادی حاصل ہوگئی تھی۔ ان لوگوں کے لئے کوئی خوف وخطرہ باقی نہ رہ گیا تھا بلکہ مسلمان آزادی فکر کے ساتھ اسلام کی تبلیغ میں سرگرم ہوگئے تھے۔

۲- معاہدہ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو دوسرا سب سے بڑا فائدہ یہ حاصل ہوا کہ مشرکین نے عوام اور اسلام کے درمیان جو آہنی دیوار قائم کررکھی تھی وہ خود بخود گرگئی۔ مدینہ کی طرف آمد و رفت کی آزادی مل گئی اور ان لوگوں نے اپنے سفر کے دوران مدینہ میں مقیم مسلمانوں کے ساتھ تعلقات بھی قائم کئے اور اسلام کی مفید تعلیمات سے واقفیت بھی حاصل کی۔

مسلمانوں کے نظم و انتظام اور صاحبان ایمان افراد کے ذریعہ پیغمبر اکرمؐ کی مخلصانہ پیروی کو دیکھ کر قریش کے ہوش اڑ گئے۔ نماز کے وقت باوضو مسلمانوں کی نظافت، نمازیوں کی منظم اور مثالی صفیں،

پیغمبر اکرمؐ کی پر جوش اور دلکش تقریریں اور قرآن مجید کی لذت آمیز آیات کو، جو فصاحت و سلاست و بلاغت کی انتہا پر فائز تھیں، سن کر لوگ اسلام کے گرویدہ ہونے لگے۔ دوسری طرف مسلمان اس معاہدہ کے بعد مختلف حیثیت سے مکہ اور اس کے اطراف میں واقع علاقوں میں آنے جانے لگے اور اپنے دیرینہ دوستوں اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ ملاقات و گفتگو کے دوران اسلام کی تبلیغ بھی کرنے لگے۔ فطری طور پر اسلامی قوانین کی خوبیوں کا ذکر رہنے لگا اور آداب و رسوم اور حلال و حرام کا چرچا بھی ہونے لگا جس کا اہم ترین نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ خالد بن ولید اور عمر و عاص جیسے لوگ فتح مکہ سے پہلے ہی مسلمانوں سے وابستہ ہوگئے۔ اسلام کی حقیقت سے اس قسم کی واقفیت و آگاہی نے فتح مکہ کی زمین ہموار کردی اور وقت کی رفتار کے ساتھ وہ اسباب و عوامل بھی فراہم کردیئے جن کی وجہ سے بت پرستی کا یہ عظیم مرکز کسی قسم کی مقابلہ آرائی کے بغیر مسلمانوں کے قبضہ میں آ گیا اور لوگ آہستہ آہستہ دائرہ اسلام یں داخل ہوتے چلے گئے۔ ہجرت کے آٹھویں سال کے واقعات کے ذیل میں ان باتوں کا تفصیلی ذکر پیش کیا جائے گا لیکن مختصر لفظوں میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ عظیم کامیابی لوگوں کے درمیان نزدیکی تعلقات کی تشکیل، خوف و دہشت کے اختتام اور تبلیغ اسلام کے سلسلے میں موجود آزادی کی مرہون منت ہے۔

۳۔ پیغمبر اکرمؐ کے ساتھ اس معاہدہ کی تشکیل کے موقع پر سرداران شرک کے قریبی تعلقات کی وجہ سے ان لوگوں کو اپنی اکثر روحانی پیچیدگیوں کا حل مل گیا کیونکہ دوسری جانب سے مسلسل دباؤ اور بداخلاقی کے مقابلے میں پیغمبر کا حسن اخلاق، ان کی رحمدلی اور ان کا صبر و تحمل نیز امن سلامتی کی حفاظت کے لئے ان کی مخلصانہ کوشش نے یہ ثابت کردیا کہ وہ خلق عظیم کا سرچشمہ اور تمام انسانوں کے لئے اسوۂ حسنہ تھے۔

اگرچہ قریش کے ہاتھوں پیغمبر نے بڑے مصائب جھیلے تھے پھر بھی ان کا قلب انسان دوستی کے احساس سے لبریز تھا۔ خصوصی طور پر قریش نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ معاہدہ صلح کے دوران مسلط کردہ دفعات کے سلسلے میں انہوں نے اپنے زیادہ تر اصحاب کی مخالفت مول لی اور حرم و خانۂ خدا اور اپنی ولادت گاہ کے احترام کو جماعتی جذبات پر ترجیح دی۔

اس راہ و روش نے پیغمبرؐ کے سلسلے میں کی جانے والی ہر جھوٹی اور بے بنیاد تبلیغات کو بے اثر کردیا اور یہ ثابت ہوگیا کہ وہ ایک ایسے انسان دوست اور صلح پسند انسان ہیں کہ اگر ایک دن انہوں نے

پورے عربستان پر بھی غلبہ حاصل کرلیا تو بھی اپنے دشمنوں کے خلاف کینہ و عداوت سے کام نہ لیں گے کیونکہ اس میں ذرہ برابر شک و تردید کی گنجائش نہیں ہے کہ اگر صلح حدیبیہ کے موقع پر پیغمبر اکرمؐ جنگ کے لئے آمادہ ہوجاتے تو وہ ان لوگوں پر مکمل غلبہ حاصل کرلیتے اور سرداران قریش کے پاس بھاگنے کے علاوہ کوئی دوسرا چارہ کار نہ رہ جاتا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہوتا ہے کہ:

''اگر کافروں کے خلاف جنگ و نبردآزمائی کرتے تو وہ لوگ بھاگ کھڑے ہوتے اور انہیں کوئی یاور و مددگار نہ ملتا''۔[۱]

ان تمام باتوں کے باوجود انہوں نے مثالی صلح پسندی اور امن دوستی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دنیائے عرب کے ساتھ اپنی محبت اور نرمی کا مظاہرہ کیا اور مخالف پرپگنڈوں کو پوری طرح ناکام بنادیا۔

ان حقائق و ناقابل تردید دلائل کی روشنی میں اس صلح کے سلسلے میں امام جعفر صادق علیہ السلام کے اس قول کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے جس میں انہوں نے ارشاد فرمایا ہے: "و ما كان قضية اعظم بركة منها"۔ یعنی پیغمبر اسلام کی تاریخ حیات میں صلح حدیبیہ سے زیادہ سودمند کوئی دوسرا واقعہ نہیں رہا ہے۔

آئندہ رونما ہونے والے حوادث نے یہ ثابت کردیا کہ اس معاہدہ کے سلسلے میں عمر بن خطاب جیسے بعض اصحاب نے جو اعتراضات کئے تھے وہ بالکل بے بنیاد تھے۔

سیرت نگاروں نے معترضین کے اعتراضات کی جملہ خصوصیات نقل کردی ہیں اور مزید اطلاع کے لئے ''سیرۃ ابن ہشام'' کی طرف رجوع کیا جاسکتا ہے۔[۲]

معاہدہ صلح حدیبیہ کی قدر و قیمت کا اندازہ لگانے کے لئے اتنا کافی ہے کہ صلح نامہ پر دستخط کرنے کے بعد ابھی پیغمبر اسلام مدینہ پہونچے بھی نہیں تھے کہ مسلمانوں کو خوشخبری دینے والی سورۂ فتح نازل ہوگئی جس میں اس معاہدہ کو دوسری بڑی کامیابی یعنی فتح مکہ کا مقدمہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے: "انا فتحنا لک فتحا مبینا"۔

قریش معاہدہ کی ایک دفعہ کی منسوخی کا مطالبہ کرتے ہیں

کچھ ہی دنوں میں رونما ہونے والے تلخ حوادث کو نگاہ میں رکھتے ہوئے قریش پیغمبر اکرمؐ سے یہ مطالبہ کرنے کے لئے مجبور ہوگئے کہ معاہدہ صلح حدیبیہ کی دفعہ ۲ کو منسوخ کردیا جائے یہ وہی دفعہ ہے جس

۱- سورۂ فتح، آیت ۲۲، ولو قاتلكم الذين ..... ولا نصيرا ۲- سیرۃ ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۱۶

نے پیغمبرؐ کے بعض اصحاب کے جذبات بھڑکا دیئے تھے اور جس کو پیغمبرؐ نے ''سہیل'' کے غیر معمولی دباؤ کی وجہ سے قبول کرلیا تھا جس میں یہ کہا گیا تھا کہ'' اسلامی حکومت کی یہ ذمہ داری ہوگی کہ وہ قریش کے مسلمان فراریوں کو حکومت مکہ کے حوالے کردے گی لیکن قریش اس بات کے ذمہ دار نہیں ہیں کہ مسلمان فراریوں کو پیغمبر کے حوالے کریں''۔ معاہدہ کی اس دفعہ سے بعض اصحاب بہت ناراض ہوگئے تھے لیکن پیغمبر نے مسکراتے ہوئے قریش کے اس مطالبہ کو تسلیم اور اسے معاہدہ میں شامل کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ:'' خداوند عالم قریش کے چنگل سے کمزور و سن رسیدہ مسلمانوں کی نجات کا راستہ فراہم کردیتا ہے''۔نجات کا راستہ اور معاہدہ کی دفعہ ۲ کی منسوخی کا سبب یہ ہے:

''ابوبصیر'' نامی ایک مسلمان ایک طویل مدت سے مشرکوں کے قید خانہ میں زندگی گزار رہا تھا۔ اس نے اپنی خصوصی کوشش سے قید خانہ سے آزادی حاصل کرلی اور بھاگ کر مدینہ آ گیا۔قریش کے دو نامور حضرات'' ازہر'' اور'' اخنس'' نے پیغمبر کو ایک خط لکھا اور یہ مطالبہ کیا کہ معاہدہ حدیبیہ کی دفعہ ۲ کے بموجب ''ابوبصیر'' کو قریش کے حوالے کردیجئے۔ ان لوگوں نے اپنے غلام ''بنی عامر'' کے ذریعہ یہ مکتوب پیغمبرؐ کے پاس بھیج دیا۔

پیغمبرؐ نے معاہدہ کے مطابق ''ابوبصیر'' سے کہا: ''تم اپنی قوم والوں کے پاس چلے جاؤ یہ ہرگز مناسب نہیں ہے کہ ہم لوگ ان کے ساتھ مکر وفریب سے کام لیں۔ میں پوری طرح مطمئن ہوں کہ خداوند عالم تمہاری اور تم جیسے دیگر افراد کی آزادی کا سامان ضرور فراہم کردے گا''۔

ابو بصیر نے کہا'' کیا آپ مجھے ان مشرکوں کے حوالے کردینا چاہتے ہیں تاکہ وہ مجھے دین خدا سے دور رکھیں''۔ پیغمبر نے اپنی بات کو دوبارہ کہتے ہوئے ابوبصیر کو قریش کے نمائندوں کے حوالے کردیا اور وہ لوگ مکہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ جب وہ لوگ'' ذی الحلیفہ''[۱] تک پہنچ گئے تو ابوبصیر تھکاوٹ کی وجہ سے دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے۔ اس کے بعد'' عامری'' کو دوستانہ لہجے میں مخاطب کرتے ہوئے کہا'' ذرا اپنی تلوار تو دکھانا'' اس نے اپنی تلوار ابوبصیر کے حوالے کردی جب تلوار ہاتھ میں آ گئی تو اس نے تلوار غلاف سے باہر نکالی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس مرد عامری کو قتل کرڈالا۔''غلام'' اس واقعہ سے بہت وحشت زدہ ہوا اور مدینہ کی طرف بھاگنے لگا۔ مدینہ پہنچ کر اس نے سارا واقعہ رسول خدا کی خدمت میں پیش کردیا۔ اس نے پیغمبرؐ سے کہا کہ'' ابوبصیر نے میرے رفیق کو قتل کرڈالا''۔ تھوڑی

۱۔ ذی الحلیفہ ایک گاؤں کا نام ہے جو مدینہ سے چھ سات میل کے فاصلے پر قائم ہے لوگ اس جگہ سے بھی مکہ کے لئے محرم ہوتے۔

ہی دیر میں ابوبصیر بھی وہاں آ گئے اور انہوں نے سارا ماجرا بیان کرتے ہوئے پیغمبر سے کہا:

''اے خدا کے رسول! آپ نے اپنے معاہدہ کے مطابق کام انجام دے دیا لیکن میں اس بات کے لئے قطعی آمادہ نہیں ہوں کہ ایسے لوگوں کے ساتھ وابستہ ہو جاؤں جو میرے دین کے ساتھ کھلواڑ کرتے ہیں''۔ یہ جملہ کہنے کے بعد ابوبصیر دریا کے اس ساحل کی طرف روانہ ہوگئے جہاں قریش کا قافلہ دریا کو عبور کرتا تھا۔ وہ آگے بڑھے اور ''عیص'' نامی جگہ پر سکونت پذیر ہوگئے۔ مکہ میں زندگی بسر کرنے والے مسلمانوں کو بھی ابوبصیر کے حالات معلوم ہوئے تو تقریباً ۷۰ لوگ ابوبصیر کے اردگرد آباد ہوگئے۔ یہ ۷۰ طاقتور مسلمان قریش کے ظالمانہ سلوک سے تنگ آ چکے تھے۔ نہ ان لوگوں کی کوئی زندگی تھی اور نہ ہی انہیں کسی قسم کی آزادی حاصل ہوئی تھی۔ ان لوگوں نے فیصلہ کیا کہ اس جگہ سے گزرنے والے قریش کے قافلوں کو لوٹیں گے اور جو قریش ان کے قبضہ میں آ گیا اسے قتل کر ڈالیں گے۔ ان لوگوں نے ایسے ماہرانہ انداز میں اپنا کارنامہ انجام دیا کہ قریش کا جینا دوبھر ہوگیا لہذا ان لوگوں نے پیغمبر اکرم کو ایک خط لکھا جس میں یہ درخواست کی کہ فریقین کی رضامندی سے معاہدہ کی دفعہ ۲ کو منسوخ کرتے ہوئے فراری مسلمانوں کو مدینہ بلالیں۔

پیغمبر اکرمؐ نے مذکورہ دفعہ کو فریقین کی رضامندی سے منسوخ کر دیا اور جو مسلمان فراری عیص نامی گاؤں میں سکونت پذیر ہوگئے تھے انہیں مدینہ بلالیا۔[۱] اس طرح عام لوگوں کی نجات کا وسیلہ فراہم ہوگیا اور قریش اس حقیقت سے بخوبی آشنا ہوگئے کہ صاحبان ایمان کو ہمیشہ کے لئے قیدی نہیں بنایا جاسکتا اور اس کو قید رکھنا اس کی آزادی سے زیادہ خطرناک ہوا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے جس دن وہ فرار کرتا ہے دشمن سے انتقام لینے کا ٹھوس ارادہ رکھتا ہے۔

مسلمان خواتین قریش کی تحویل میں نہیں دی جاتی تھیں

معاہدہ صلح حدیبیہ پر دستخط ہوگئے۔ ''عقبہ بن ابی معیط'' کی بیٹی ام کلثوم مدینہ آ گئی۔ ''عمارہ'' اور ''ولید'' نامی اس کے دو بھائیوں نے پیغمبر سے مطالبہ کیا کہ معاہدہ کی دفعہ ۲ کے بموجب ان کی بہن کو ان کی تحویل میں دے دیا جائے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اس دفعہ میں خواتین شامل نہیں ہیں بلکہ وہ فقط مردوں کے لئے مخصوص ہے''۔[۲] اس کے علاوہ سورہ ممتحنہ کی دسویں آیۂ کریمہ نے اس بات کو مزید واضح کردیا جس کا مفہوم یہ ہے: ''جب با ایمان خواتین پیغمبرؐ کی خدمت میں آ گئیں تو یہ ضروری ہے

۱- مغازی واقدی، ج ۲، ص ۶۲۴؛ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۸۴ ۲- سیرۂ ابن ہشام، ج ۲، ص ۳۲۳

کہ ان کے ایمان کی آزمائش کی جائے اور اگر وہ اپنے ایمان میں پوری طرح مستحکم تھیں تو پھر انہیں کافروں کی طرف ہرگز نہ بھیجنا چاہیے کیونکہ مسلمان خاتون کافر کے لئے حرام ہے''۔[۱]

یہ تھی داستان صلح حدیبیہ جس کے سایہ میں حاصل ہونے والے پرسکون ماحول میں پیغمبر نے دنیا کے بادشاہوں اور حاکموں سے خط و کتابت کے ذریعہ اپنی نبوت کی خبر دنیا والوں تک پہونچادی جس کی تفصیل آئندہ پیش کی جائے گی۔

۱۔ سورہ ممتحنہ، آیت ۱۰، یا ایھا الذین آمنوا...... و آتوھم انفقوا